جلد ۳۰

شمارہ ۶-۷

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان-وفا ۱۳۵۸ ہش

جون - جولائی ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

سید عبدالحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم -

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

○ احسان ۱۳۵۸ ہش

○ رجب ۱۳۹۹ھ

○ جون جولائی ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

سید عبد الحی

قیمت سالانہ .... بارہ روپے

فہرست مضامین

پبلشر ...... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع ...... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت ...... دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۰ | ماہنامہ انصاراللہ ربوہ | شمارہ ۶

احسان ۱۳۵۸ ہش

تقویٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

"اپنی جماعت کی خیرخواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقوےٰ کی بابت نصیحت کی جاوے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقوےٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالےٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل ۱۲۹)

تقوےٰ کی اہمیت۔

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقوےٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعوےٰ ماموریت کا ہے۔ تا وہ لوگ خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں اور شرکوں میں مبتلا تھے۔ یا خواہ کیسے ہی رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی۔ اگر اس کی بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے۔ اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے۔ بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے۔ کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل

منہ کو کالا نہ کردے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔ صغائر بھی انکاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ اور وہی چھوٹا داغ ہوتا ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے ویسا ہی قہار و منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ ان کا دعوٰے اور لاف وگزاف تو بہت کچھ ہے۔ اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آتے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل اور طرف ہے۔ اور اپنے افعال سے وہ بالکل رو بہ دنیا ہے۔ تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔

قول وفعل میں مطابقت۔

اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول وفعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول وفعل برابر نہیں۔ تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الہٰی ہوگا۔ جب دل ناپاک ہے۔ خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اسی لئے کہ تخم ریزی کی جائے۔ جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے۔ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے۔ تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے۔ اور زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے وہ پروا نہیں کرتا۔

بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے۔ یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی

شرائط ہوں۔

متقی کی علامات ــ

پس ہمیشہ دیکھنا چاہیئے کہ ہم نے تقوے و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالےٰ نے متقی کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجاً وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق)

جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالےٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے۔ اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالےٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغگوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا۔ اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالےٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا۔ اور اسے ایسے موقعہ سے بچا لیتا ہے۔ جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالےٰ کو کسی نے چھوڑ دیا۔ تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمٰن نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔ یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالےٰ کمزور ہے۔ وہ بڑی طاقت والا ہے۔ جب اس پر کسی امر میں بھروسہ کرو گے۔ تو وہ ضرور تمہاری مدد کرے گا۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق آیت ۴)

لیکن جو لوگ ان آیات کے پہلے مخاطب تھے۔ وہ اہل دین تھے۔ ان کی ساری فکریں محض دینی امور کے لئے تھیں۔ اور دنیوی امور حوالہ بخدا تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ غرض برکات تقوے میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ متقی کو ان مصائب سے مخلصی بخشتا ہے۔ جو دینی امور کے حارج ہوں۔

ایسا ہی اللہ تعالےٰ متقی کو خاص طور پر رزق دیتا ہے۔ یہاں میں معارف کے رزق کا ذکر کروں گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود امّی ہونے کے تمام جہان کا مقابلہ کرنا تھا جس میں اہل کتاب فلاسفر

اور اعلیٰ درجہ کے علمی مذاق رکھنے والے لوگ اور عالم فاضل لوگ شامل تھے۔ لیکن آپ سب پر غالب آئے۔ اور ان سب کی غلطیاں نکالیں۔

یہ روحانی رزق تھا کہ جس کی نظیر نہیں۔ متقی کی شان میں دوسری جگہ یہ بھی آیا ہے۔

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ (الانفال)

اللہ تعالیٰ کے ولی وہ ہیں جو متقی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دوست۔ پس یہ کیسی نعمت ہے کہ تھوڑی سی تکلیف سے خدا کا مقرب کہلائے۔ آج کل زمانہ کس قدر پست ہمت ہے۔ اگر کوئی حاکم یا افسر کسی کو یہ کہہ دے کہ تو میرا دوست ہے یا اس کو کرسی دے۔ اور اس کی عزت کرے تو وہ شیخی کرتا ہے فخر کرتا پھرتا ہے لیکن اس انسان کا کس قدر افضل رتبہ ہوگا۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی یا دوست کہہ کر پکارے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اکرمؐ کی زبان سے یہ وعدہ فرمایا ہے۔ جیسے ایک حدیث بخاری میں وارد ہے۔

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ عَبْدِيْ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَلَئِنْ سَأَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ ۔

نیکی کے دو حصے۔

انسان جس قدر نیکیاں کرتا ہے کہ اس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک فرائض دوسرے نوافل۔ فرائض۔ یعنی جو انسان پر فرض کیا گیا ہو۔ جیسے قرضہ کا اتارنا یا نیکی کے مقابل نیکی۔ ان فرائض کے علاوہ ہر ایک نیکی کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ یعنی ایسی نیکی جو حق سے فاضل ہو۔ جیسے احسان کے مقابل احسان کے علاوہ اور احسان کرنا۔ یہ نوافل ہیں جو بطور تکملات اور متممات فرائض کے ہیں۔ اس حدیث میں بیان ہے کہ اولیاء اللہ کے دینی فرائض کی تکمیل نوافل سے ہو رہتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے علاوہ وہ اور صدقات دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ولی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی دوستی یہاں تک ہوتی ہے کہ میں اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ حتیٰ کہ اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جب انسان جذبات نفس سے پاک ہوتا اور نفسانیت کو چھوڑ کر خدا کے ارادوں کے اندر چلتا ہے اس کا کوئی فعل ناجائز نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک فعل خدا کی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں لوگ ابتلاء میں پڑتے ہیں۔ وہاں یہ امر ہمیشہ ہوتا ہے کہ وہ فعل خدا کے ارادہ کے مطابق نہیں ہوتا خدا کی رضا اس کے برخلاف ہوتی ہے۔

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بَصَائِر

بارگاہِ ربّ العزّت میں حضرت مسیح موعُود علیہ السّلام کی دردمندانہ دُعا

ذیل میں خوفِ خدا رکھنے والے اہلِ بصیرت کی توجہ کے لئے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی ایک فارسی نظم اور اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ امر خود طلب ہے کہ کیا ایک مفتری اور جھوٹا خدائے قہار سے ایسی درخواست کرنے کی جسارت کر سکتا ہے؟ اور اگر وہ ایسی دعا کر ہی بیٹھے تو کیا وہ خدا جس کی گرفت سخت اور بطش شدید ہے ایسے شخص کو مہلت دے کر ترقی پر ترقی دے سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے حضور اپنی برأت کے لئے ایسی دُعا کرنا حسبِ آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین دعا کرنیوالے کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہوتی ہے۔

اے قدیر و خالقِ ارض و سما
اے رحیم و مہربان و راہ نما

اے کہ مے داری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مُستتر

گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر
گر تو دیدستی کہ ہستم بدگہر

پارہ پارہ کن منِ بدکار را
شاد کن ایں زمرۂ اغیار را

• اے قدیر! اے خالق ارض و سما! اے رحیم اور مہربان اور راہ نما خدا!
• اے کہ جو دلوں پر نظر رکھتا ہے اور اے کہ تجھ سے کوئی چیز بھی چھپی نہیں رہتی۔
• اگر تو مجھے فسق و فجور اور شرارت سے بھرا ہوا دیکھتا ہے۔ اور اگر تو نے یہ دیکھا ہے کہ میں بدذات ہو گیا ہوں۔
• تو مجھ بدکار کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے میرے اغیار کے گروہ کو خوش کر دے

بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار   ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار
آتش افشاں بر در و دیوارِ من   دشمنم باش و تباہ کن کارِ من
ور مرا از بندگانت یافتی   قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ   کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن   اندکے افشائے آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ   واقفی از سوزِ ہر سوزندۂ
زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم   زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم
خود بروں آ از پئے ابراءِ من   اے تو کہف و ملجا و ماوائے من

- اور ان کے دلوں پر اپنی رحمت کے بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کر۔
- اور میرے در و دیوار پر آتش افشانی فرما۔ میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کر دے۔
- لیکن اگر تو نے مجھے اپنے فرمانبردار بندوں میں پایا ہے۔ اور اپنی بارگاہ کو میرا قبلۂ مقصود پایا ہے۔
- اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے جس کا راز تو نے دنیا سے پوشیدہ رکھا ہے۔
- تو اے میرے خدا مجھ سے بھی محبت سے ہی پیش آ۔ اور ان اسرار کو تھوڑا سا افشا فرما۔
- اے وہ ذات جو اپنے ہر متلاشی کے پاس خود آتی ہے۔ اور ہر سوز رکھنے والے کے سوز سے خوب واقف ہے۔
- تُو اس تعلق کے باعث جو مَیں تجھ سے رکھتا ہوں۔ اور اس محبت کی وجہ سے جو مَیں نے اپنے دل میں کاشت کی ہے۔
- تُو آپ ہی میری بریت کے لئے باہر نکل۔ تو ہی میرا حصار اور میری جائے پناہ ہے؛

آتشے کاندر دلم افروختی — وزدم آں غیرِ خود را سوختی
ہم ازاں آتش رخِ من برفروز — ویں شبِ تارم مبدّل کن بروز
چشم بکشا ایں جہانِ کور را — اے شدید البطش بنما زور را
ز آسمانی نورِ نشانِ خود نما — یک گلے از بوستانِ خود نما
ایں جہاں بینم پُر از فسق و فساد — غافلاں را نیست وقتِ موت یاد
از حقائق غافل و بیگانہ اند — ہمچو طفلاں مائلِ افسانہ اند
سرد شد دلہا ز مہرِ روئے دوست — روئے دلہا تافتہ از کوئے دوست
سیل در جوش است و شب تاریک و تار — از کرم ہا آفتابے را برآر

(حقیقۃ المہدی)

- وہ آگ جو تونے میرے دل میں روشن فرمائی۔ جس کے شعلوں سے تونے خود ہی غیر اللہ کو جلا دیا ہے۔
- اسی آگ سے میرا چہرہ بھی روشن فرما۔ اور میری تاریک رات کو دن سے بدل دے۔
- اس بے بصیرت دنیا کی آنکھیں کھول دے۔ اور اے کہ جس کی گرفت بڑی سخت ہے تو اپنی قوت دکھا
- آسمان سے اپنے نشان کا نور ظاہر فرما۔ اور اپنے گلستان میں سے ایک پھول دکھا دے۔
- میں دیکھتا ہوں کہ یہ دنیا فسق وفساد سے پُر ہے۔ اور غافلوں کو موت کا وقت یاد نہیں۔
- وہ حقائق سے غافل اور بیگانہ ہیں اور بچوں کی طرح افسانوں پہ مائل ہیں۔
- ان کے دلوں میں محبوبِ ازلی کی محبت سرد ہے۔ اور ان کے دلوں کا رخ کوچۂ محبوب سے دوسری طرف پھر گیا ہے۔
- سیلاب جوش میں ہے اور رات سخت تاریک۔ اپنی مہربانی سے اے خدا آفتاب طلوع فرما۔

جناب شیخ نور احمد صاحب منیر استاذ الجامعہ

۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۲۔ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہہ ضلع مراد آباد

(۱)

آپ امروہہ ضلع مراد آباد صوبہ یوپی کے رہنے والے تھے۔ خاندان سادات میں سے ہونے کی وجہ سے عوام و خواص آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ والد کا نام سید مبارک علی شاہ تھا۔ آپ نے امروہہ میں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں ذاتی مطالعہ سے علم و فضل میں غیر معمولی مقام حاصل کیا۔ حدیث میں آپ کو اختصاص حاصل تھا۔ آپ کی علمی و فکری صلاحیتوں کی بناء پر نواب صدیق حسن خان صاحب والی بھوپال نے جو علماء کی طرف بہت راغب تھے۔ اور ان کے نوابی دربار میں کئی علماء اور فضلا موجود رہتے تھے۔ آپ کو ریاست بھوپال میں مہتمم مصارف مقرر کر دیا۔ آپ کی وجہ سے ریاست میں غیر معمولی علمی و ثقافتی ترقی ہوئی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ شائع کرا کر اکابر مسلمان اور مسلمان والیان ریاست کو ارسال فرمائی تو حضور نے خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ بنظر تعمق کریں۔ اور اشاعت اسلام کے لئے اس کتاب کی اشاعت میں مدد کریں کیونکہ اس وقت اسلام مختلف خطرات سے گھرا ہوا ہے۔ حضور نے نواب صدیق حسن خان والی بھوپال کو بھی براہین احمدیہ ارسال کی۔ نواب صاحب بھوپال نے اس اپیل کی طرف ابتداء میں توجہ نہ کی۔ اور یہ کتاب ان کی نظروں سے کثرت کار کی وجہ سے اوجھل رہی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو اس کتاب کی طرف توجہ دلانے کے لئے جب ایک مکتوب تحریر کیا۔ چنانچہ نواب صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اپنے ملازم کو لکھا کہ ان کو جواب تحریر کردو

"مذہبی کتابوں کی خریداری حکومت وقت کی سیاسی مصلحتوں کے خلاف ہے اس لئے ریاست سے کچھ امید نہ رکھیں"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۸)

اور اصل برٹش گورنمنٹ کا رعب ان پر چھایا ہوا تھا۔ انگریزی گورنمنٹ کے زیر سایہ عیسائیت کا بھی رعب تھا نواب صاحب موصوف کے اس موقف پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ اپنی گورنمنٹ کو خوش کر لیں اور ہماری کتاب واپس کر دیں۔ اس واقعہ پر ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ نواب صاحب موصوف پر ایک خطرناک مقدمہ بن گیا جس کی وجہ سے بعض اشخاص کا خیال تھا کہ ریاست ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ مولانا امروہی صاحب اس کتاب کا مطالعہ کر چکے تھے۔ اور اس ساری خط و کتابت سے واقف و آگاہ تھے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب الجواب مکتوب سے گہرا اثر لے چکے تھے۔

ان کو اس کتاب کے مطالعہ سے یقین ہو چکا تھا کہ اس کا مصنف خدا تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کے مرتبہ پر ہے اور آپ کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق ہے۔ آپ نے نواب صاحب کو کہا کہ آپ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ کے لئے کچھ رقم بھجوا دیتے تو کوئی حرج نہ تھا۔ اس مصیبت اور فتنہ سے بچنے کے لئے اب آپ صرف اس صورت میں بچ سکتے ہیں۔ اور نجات حاصل کر سکتے ہیں کہ آپ مرزا صاحب کو دعا کے لئے تحریر کریں۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف نے سید محمد احسن صاحب کی تحریک پر حضور کو دعا کے لئے تحریر کیا۔ اس عریضہ کے پہنچنے پر حضور نے ان کے لئے دعا کی تو حضور کو الہام ہوا۔

"سرکوبی سے بچایا گیا اور موت کے بعد بحالی۔"

حضور نے اس الہام بالا کی اطلاع نواب صاحب موصوف کو دے دی۔ چنانچہ نواب صاحب پر یہ مقدمہ پانچ سال تک رہا۔ اور بالآخر نواب صاحب اس مقدمہ سے بری ہو گئے۔ اور ان کی بحالی کا پروانہ بیگم نواب صاحب کلکتہ سے لیکر بھوپال آ رہی تھیں کہ نواب صاحب کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کی بحالی کی اطلاع ریاست میں پہنچی۔

(۲)

مولوی محمد احسن صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقف ہو چکے تھے چنانچہ مولانا موصوف براہین احمدیہ کی اشاعت کے ایام میں ہی قادیان آئے۔ اور حضور کی ملاقات کر کے اور چند ایام قیام کر کے واپس بھوپال تشریف لے گئے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے بیعت لینے کا اعلان ہوا۔ تو آپ بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اولین صحابہ میں شامل ہو گئے۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی تصدیق و تائید میں ایک رسالہ "اعلام الناس" تحریر کیا۔ ریاست بھوپال کے علماء نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ اور ۱۸۹۲ء میں آپ کو ملازمت سے الگ کر دیا گیا۔ آپ نے اس وقت استقامت کا نمونہ پیش کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کی ملازمت سے

برطرفی کی اطلاع سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ الہام دے دی۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر حضور حقیقۃ الوحی میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

۱۴۸ نشان۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ میں نعمت اللہ ولی کا وہ قصیدہ دیکھ رہا تھا جس میں اس نے میرے آنے کی بطور پیشگوئی خبر دی ہے اور میرا نام بھی لکھا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ تیرھویں صدی کے آخر میں وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ اور میری نسبت یہ شعر لکھا کہ ؎

مہدی وقت عیسیٰ دوراں
ہر دو را شہسوار می بینم

پس اس اثناء میں کہ میں یہ شعر پڑھ رہا تھا عین پڑھنے کے وقت مجھے یہ الہام ہوا ؎

از پئے آں محمد احسن را
تارک روزگار می بینم

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ مولوی محمد احسن امروہی اس غرض کے لئے اپنی نوکری سے جو ریاست بھوپال میں تھی علیحدہ ہوگئے۔ تا خدا کے مسیح پاک کے پاس حاضر ہوں۔ اور اس کے دعوے کی تائید کے لئے خدمت بجا لاوے۔ اور یہ ایک پیشگوئی تھی، جو بعد میں نہایت صفائی سے ظہور میں آئی۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے کمربستہ ہو کر میرے دعوے کی تائید میں بہت سی کتابیں تالیف کی ہیں اور لوگوں سے مباحثات کئے۔ اور اب تک اسی کام میں مشغول ہیں۔ خدا ان کے کام میں برکت دے اور اس خدمت کا ان کو اجر بخشے۔ آمین۔"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۳۴)

چنانچہ بھوپال کی ملازمت سے فراغت کے بعد آپ قادیان تشریف لے آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے پیش نظر سلسلہ کی خدمت میں انہماک دکھایا۔ آپ مسجد مبارک کے قریب ایک کمرہ میں رہا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی مالی مشکلات کے پیش نظر جماعت کے دوستوں میں مالی اعانت کی تحریک فرمائی، چنانچہ اس تحریک کے پیش نظر جماعت احمدیہ کپورتھلہ نے آپ کے لئے پندرہ روپے ماہوار مقرر کر دیئے۔

آپ علمی لحاظ سے ممتاز مقام رکھتے تھے آپ نے ۷۲ کتب تحریر کی ہیں۔ جن میں سے چند کے اسماء یہ ہیں:۔

(۱) اعلام الناس (۲) القول احمد فی تفسیر اسمہ احمد (۳) سر الشہادتین۔ (۴) مسک العارف (۵) الموعظۃ الحسنۃ (۶) کیفیت مباحثہ لاہور (۷) التبیان فی استہلال الصبیان (۸) صیانۃ الناس (۹) ازالۃ الوساوس

(۱) اُیاںت الرحمٰن

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے متعلق تحریر فرمایا۔

"حبی فی اللہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔ مولوی صاحب موصوف اس عاجز سے کمال درجہ اخلاص و محبت روحانی رکھتے ہیں۔ ان کی تالیفات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں۔ بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے۔ حال میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید دعوے میں بکمال معاونت و خوش اسلوبی لکھا ہے۔ جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور مدقق آدمی ہیں۔ انہوں نے نہایت تحقیق اور خوش بیانی سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیئے ہیں۔"

(ازالہ اوہام ص ۳۱۹۔ ۳۲۰)

۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جب خلافت ثانیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ مگر پھر وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے وابستہ ہوئے باایں ہمہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے الفت و محبت تھی۔ اور وہ حضرت کی خدمت میں اکثر خطوط لکھتے۔ اور وفات کے قریب حضور کو یاد کیا کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ سے درخواست بھی کی کہ کوئی آدمی بھیجا جائے۔ حضور نے قادیان میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا۔

" ایسی حالت میں جبکہ وہ دوسروں کے سہارے زندگی گزارتے تھے۔ انہوں نے جو کمزوری دکھائی وہ قابل معافی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی تھے۔ گو بعد میں ان کو ہمارے ساتھ اختلاف ہو گیا۔ مگر جو عقیدت و اخلاص ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا وہ اپنے رنگ میں خاص تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم ص ۱۵۵)

۱۵ جولائی ۱۹۲۶ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ امروہہ میں مدفون ہیں۔ آپ نے ۳ شادیاں کیں اور آپ کی اولاد تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے دو بیٹوں

۱۔ محمد اسمٰعیل غلام کبریا صاحب

۲۔ احمد حسن صاحب

کو بالترتیب نمبر ۱۱۶۔ ۱۱۷ پر ۳۱۳ صحابہ میں شامل فرمایا ہے۔

(انجام آتھم و تاریخ احمدیت ص ۴۰۲)

مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات

(قسط نمبر ۲)

محاورۂ زبان اصل ہے

دنیا کی ہر زبان میں کسی جملے یا جملے کے کسی حصّہ یا کسی کلمہ اور لفظ سے مراد وہی مفہوم ہوتا ہے جو محاورۂ زبان میں لیا جاتا ہے۔ پس جبکہ محاورۂ زبان عربی میں خدا تعالیٰ کے فاعل اور ذی روح کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں کوئی ایک مثال بھی سوائے قبض روح کے معانی کے نہیں ملتی۔ اس لئے جہاں جہاں قرآن کریم میں یہ لفظ تَوَفّی باب تَفَعُّل سے استعمال ہوا ہے تو قبض روح کے معانی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ تو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے کوئی اور معنی کیسے کئے جا سکتے ہیں۔؟

یہ امر ایک مسلمان کے لئے عجیب ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تو اس کے معنے قبض روح کے کئے جائیں اور عیسےٰ علیہ السلام کے لئے زندہ بجسم عنصری اٹھا لینے کے کئے جائیں۔ آیت کریمہ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ لفظ وفات دینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور حضرت یوسفؑ دعا کرتے ہیں تَوَفَّنِي مُسْلِمًا۔ اے خدا مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے۔

قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو اور ذی روح مفعول بہ تو توفی کے معنی قبض روح کے ہی ہوتے ہیں۔ ہاں قبض روح دائمی بھی ہوتا ہے اور عارضی بھی (یعنی نیند کے وقت) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا۔ (الزمر: ۴۲)

یعنی اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی توفی کرتا ہے۔ وہ اس کی موت کے وقت کرتا ہے۔ یا پھر اللہ تعالیٰ نیند کی حالت میں روحوں کی توفی کرتا ہے۔

اس آیت میں حصر کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی توفی یا موت کے وقت کرتا ہے یا نیند کی

حالت میں کرتا ہے اور جیسے کہ بتایا جا چکا ہے۔
جب بھی توفّی سے سُلا دینے اور نیند وارد کرنے کے معنی مراد ہوں، اس وقت فقرے میں لیل یا منام کا لفظی قرینہ ہوتا ہے جس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس جگہ توفّی سے عارضی قبض روح یعنی نیند مراد ہے نہ کہ موت۔

پس جبکہ قرآن کریم نے دو فقرات میں جن میں سے ایک مثبت ہے اور ایک منفی۔ توفّی کے معانی کو صرف دو صورتوں میں حصر کر دیا ہے۔ تو اب کوئی تیسرے معانی کس طرح لئے جا سکتے ہیں۔

اگر بالفرض عربی زبان میں موت یا نیند وارد کرنے کے علاوہ توفّی کے خدا تعالےٰ کے فاعل اور ذی روح کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں زندہ آسمان پر اٹھا لینے کے معنی بھی ہوتے تو مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اس کا ذکر کر دیا جاتا۔

تَوَفِّی کے معنی احادیث میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نے تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کے معنی بالکل اظہر من الشمس کر دیئے ہیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِيْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُصَيْحَابِيْ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (بخاری کتاب التفسیر)

اس حدیث سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل استدلال فرمایا ہے۔

"امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی غرض سے آیہ کریمہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ کو کتاب التفسیر میں لایا ہے۔ اور اس ایراد سے اس کا منشاء یہ ہے کہ تا لوگوں پر ظاہر کرے کہ تَوَفَّيْتَنِيْ کے لفظ کی صحیح تفسیر وہی ہے جس کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے ہیں یعنی مار دیا اور وفات دے دی۔"

اس کے بعد حضور حدیث مندرجہ بالا درج فرما کر اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:۔

"یعنی قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے آگ کی طرف لائے جائیں گے۔ تب میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ تب کہا جائے گا کہ تجھے ان کاموں کی

خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے۔ سو اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے کہ جب اس کو پوچھا گیا تھا کہ کیا یہ تو نے تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات (جو میں ابن مریم کی طرح کہوں گا) یہ ہے کہ میں جب تک ان میں تھا ان پر گواہ تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو ہی ان کا نگہبان اور محافظ اور نگران تھا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے قصہ اور مسیح ابن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دے کر وہی لفظ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا اپنے حق میں استعمال کیا ہے جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے وفات ہی مراد لی ہے کیونکہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مزار شریف موجود ہے۔ پس جبکہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی شرح اور تفسیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت وفات پانا ہی ثابت ہوا اور وہی لفظ حضرت مسیح کے منہ سے نکلا تھا اور کھلے طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ جن الفاظ کو مسیح ابن مریم نے استعمال کیا وہی الفاظ میں استعمال کروں گا۔ پس اس سے بکلی منکشف ہو گیا کہ مسیح ابن مریم بھی وفات پا گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وفات پا گئے اور دونوں برابر طور پر اثر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے متاثر ہیں۔ اسی وجہ سے امام بخاری اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کو قصداً کتاب التفسیر میں لایا تا وہ مسیح ابن مریم کی نسبت اپنے مذہب کو ظاہر کرے کہ حقیقت میں وہ اس کے نزدیک فوت ہو گیا ہے۔ یہ مقام سوچنے اور غور کرنے کا ہے کہ امام بخاری آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کو کتاب التفسیر میں کیوں لائے۔ پس ادنیٰ سوچ سے صاف ظاہر ہو گا کہ جیسا کہ امام بخاری کی عادت ہے اس کا منشاء یہ تھا کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے حقیقی واقعی معنی وہی ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے

سو اس کا مدعا اس بات کا ظاہر کرنا ہے کہ اس آیت کی یہی تفسیر ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر وارد کرکے آپ فرمائی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس طرز کو امام بخاری نے اختیار کرکے صرف اپنا ہی مذہب ظاہر نہیں کیا بلکہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے وہی معنے سمجھتے تھے تبھی تو انہیں الفاظ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کو بغیر کسی تبدیل و تغیر کے اپنی نسبت اقرار کر لیا۔

پھر امام صاحب نے اسی مقام میں ایک اور کمال کیا ہے کہ اس معنے کے زیادہ پختہ کرنے کے لئے اس صفحہ میں آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ (آل عمران ۵۶) کی بحوالہ ابن عباس کے اس کے مطابق تفسیر کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّیْكَ مُمِیْتُكَ "

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۸۹۲/۸۸۹)

حضرت عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں اصالتاً نہیں آ سکتے

آیات زیر تفسیر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات دو اور دو چار کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان آیات سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ ہونے کی حالت میں دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر یہ واقعہ زمانہ ماضی میں عالم برزخ کا واقعہ قرار دیا جائے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف دو ہی زمانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک ان کے قوم میں موجود ہونے کا اور دوسرا ان کی توفی کے بعد کا زمانہ اس دوسرے زمانہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں جو توفی کے بعد آیا۔ اس میں صرف اور صرف خدا ہی ان پر نگہبان ہوگا۔ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ میں اگرچہ کُنْتَ (تو تھا) کے الفاظ میں اَنْتَ یعنی مخاطب کی ضمیر مستتر موجود ہے۔ پھر بھی اس کے بعد اَنْتَ کی ضمیر ظاہر کو رکھا گیا ہے جس کا مقصد تو کے لفظ پر زور دینا اور حصر کے معنی پیدا کرنا ہے۔ اگر بفرض محال عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے تھے اور توفی کے یہاں بفرض محال یہی معنے ہیں۔ تو وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ توفی کے بعد صرف اور صرف خدا ہی ان کی قوم کا نگہبان رہا ہے۔ اور رہے گا۔ جبکہ انہیں معلوم ہے کہ میں آسمان سے زمین پر پھر واپس آؤں گا اور دوسری بار اپنی قوم کی نگہبانی کروں گا۔ پس عالم برزخ کے واقعہ کی صورت میں بھی اس آیت سے ظاہر ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام اس دنیا میں اصالتاً نہیں آئیں گے۔

ہے۔ اور جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں ان معنوں کو بھی قبول فرمایا ہے تو اس صورت میں قیامت کے روز مسیح خدا تعالیٰ کے سامنے یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ابتداء میں میں اپنی قوم پر نگہبان تھا۔ پھر میری توفی کے بعد صرف اور صرف اسے خدا تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اور پھر مجھے ان کے جھوٹے عقائد کے بارے میں کچھ علم نہیں حالانکہ جب وہ دوبارہ دنیا میں گئے ہوں۔ اور انہیں اپنی قوم کے مشرکانہ عقائد میں اصلاح کا موقعہ ملا ہو۔ اور تلوار کے زور سے انہیں راہ راست پر لاکر ان پر دوبارہ نگہبانی کی ہو۔

بفرض محال اگر توفی کے معنی زندہ آسمان پر اٹھانے کے بھی لئے جائیں تو بھی حضرت مسیح توفی کے بعد صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی نگہبانی کا ذکر ہی کرتے۔ اور عیسائیوں کی حالت سے عدم علم کا اظہار کرتے ہیں۔ اس صورت میں تو ان کا یہ جواب ہونا چاہیئے تھا کہ اسے خدا میں اپنی قوم کی نگہبانی کرتا رہا۔ انہیں توحید پر قائم رکھا۔ پھر تو نے میری توفی فرمائی۔ اس کے بعد میں پھر دنیا میں گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ میری قوم مجھے اور میری ماں کو خدا کا درجہ دے رہی ہے۔ تب میں نے تلوار ہاتھ میں لے کر دنیا میں خون کی ندیاں چلادیں۔ تمام گرجوں سے صلیبیں اتار کر توڑ ڈالیں اور سب کو جبراً اسلام میں داخل کیا

مگر آیات زیر تفسیر میں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ توفی کے بعد کے زمانہ میں صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی ان کی قوم کا نگہبان رہا ہے اور حالات کا علم اسی ہستی کو ہوتا ہے جو نگہبان ہو۔ پس توفی کے بعد کے حالات سے خدا صرف اور صرف تو ہی جانتا ہے نہ کہ میں۔ مجھے توفی کے بعد ان کی نگہبانی ہی نصیب نہیں ہوئی۔

پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے دوبارہ دنیا میں آ گئے۔ تو پھر ظاہر ہے کہ قیامت کے روز وہ خدا تعالیٰ کے سامنے نعوذ باللہ من ذالک غلط بیانی سے کام لیں گے۔ مگر خدا کے مقدس مسیح کی بابت ایسا گمان کرنا کفر ہے اس لئے ثابت ہوا کہ ان آیات کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کا اصالتاً دوبارہ دنیا میں آنا بالکل ممتنع اور محال ہے۔

پس ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کبھی دنیا میں دوبارہ نزول نہیں ہوگا۔ اب جیسا کہ تمام مسلمانوں کا ایک وقت عقیدہ ہے یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور بفرض محال یہ بھی مان لیا جائے کہ فلما توفیتنی کے یہ معنی ہیں کہ جب تو نے مجھے روح و جسم سمیت آسمان پر اٹھا لیا تب بھی ان کا دوبارہ نزول محال ہے۔ تو کیا اب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ آسمان پر ہی وفات پائیں گے۔ اور اگر یہ مانا جائے تو یہ امر قرآن کریم کی آیت کریمہ فِیْہَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْہَا تَمُوْتُوْنَ

وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ سے تصادم ہے۔ کہ اے بنی آدم تم نے اسی زمین میں زندہ رہنا ہے اور اسی زمینی ماحول میں ہی تمہیں موت آئے گی۔ اور اسی زمین کے اجزاء سے تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر وفات پانا بھی محال ہے

اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہی ہوں گے۔ کہ قیامت آجائے گی۔ اور اس حالت میں ہی وہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے پھر ان سے یہ مکالمہ ہوگا کہ وہ کبھی بھی نہیں مریں گے کیونکہ قیامت کے بعد کوئی موت نہیں۔ ایسا خیال کرنا بالبداہت باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِيْنَ (پارہ ٢٧ الواقعہ ٤٠) یعنی اے انسانو! ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کی ہے، اور ہمارے اس قانون کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

پس اس امر سے کوئی چارہ نہیں۔ کہ تَوَفَّيْتَنِي کے معنی یہ کئے جائیں کہ جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ (باقی)

خدا تمہیں آزماتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"زمین تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے تو اپنے ہاتھوں سے نہ کہ دشمن کے ہاتھوں سے اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو کہ نہیں۔"

(کشتی نوح)

مکرم عبدالرحیم صاحب رانجھو

والشمس وضحٰہا

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی

صبح دم سورج جو نکلا بحر و بر روشن ہوا
ظلمتِ شب چھٹ گئی سارا جہاں گلشن ہوا

منبعِ نورِ سماوی ہے خدائے ذوالجلال
یوں ذرا سا نورِ حق اس میں بھی شعلہ زن ہوا

اس کی زربار شعاؤں سے ہیں سب بہرہ ور
گبر و مسلم، نیک دید اور قاتل و رہزن ہوا

حسب استعداد اس کی خوبیوں سے فیض یاب
عاقل و ہشیار و زیرک اور ہر کودن ہوا

اس کی تاثیرات سے سطحِ زمیں پر رونما
کوہسار و لالہ زار و خار و خس کا بن ہوا

زرفشانی میں نہیں کرتا کہیں پر بھی یہ فرق
قلزمِ ابیض ہوا یا کوہ کا دامن ہوا.

اس کی کرنوں سے گلوں کو مل گئیں رعنائیاں
رشکِ جنت جن کی رنگینی سے ہر آنگن ہوا

چشمِ گلچیں کے لئے عبرت کے ساماں ہو گئے
جب نمایاں لالہ و گل میں حسیں جوبن ہوا

بے ثباتی کا بھلا اس سے ہے بیّن کیا ثبوت
گُل ہوئی ہر شمعِ محفل ختم جب روغن ہوا

نورِ فطرت کی شعاعیں لے کے گریاں عمر بھر
نرگسِ شہلا کی تربت پر گلِ سوسن ہوا

حق! مصوّر کی قلم کاری کا قائل ہو گیا
نیم شب جب بدرِ کامل کا کبھی درشن ہوا

کس قدر پُر حکمت و بے مثل ہے شمسی نظام
سورۂ والشمس پڑھ کر شاد اپنا من ہوا

مومن حق کو یہ تجھے حاصل ہیں سورج کی صفات
سالکوں کے واسطے تو ملجاء و مامن ہوا

آفتابِ عالمِ روحانیت کے نور سے
شادکام و بہرہ ور ہر دوست و دشمن ہوا

مرحبا آں نیرِ اعظم مبارک زندہ باد
صدرِ بزمِ انبیاء با صورتِ احسن ہوا

اولین و آخریں سب ہیں انہی سے فیض یاب
بہرہ ور آسودہ ان سے صاحبِ ہر فن ہوا

فیض سے ان کے ہزاروں چاند چمکے دہر میں
بدرِ کامل اک نرالی شان سے روشن ہوا

مرحبا صد مرحبا ! صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ !
محسنِ انسانیت ہر نور کا مخزن ہوا

خدا کی پناہ میں آجاؤ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خدا ان لوگوں کی پناہ ہو جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اس کی چھوڑ دو۔ اس کے فرائض میں سستی نہ کرو اور اس کے بندوں پر زبان سے یا ہاتھ سے ظلم مت کرو۔ اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو۔ کہ یہی راہ نجات کی ہے۔"

(کشتی نوح)

از جناب شیخ عبدالقادر صاحب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر

حضرت امام بخاری نے اپنی جامع صحیح بخاری کی کتاب المغازی اور کتاب المناقب میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم باب فضائل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں حضرت عائشہ کی یہ روایت درج کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان کے کان میں کچھ سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں۔ پھر حضور نے آپ کو دوبارہ بلا کر کان میں کچھ فرمایا۔ تو وہ ہنسنے لگیں۔ ہم نے فاطمہ سے اس کی بابت دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا آپ نے اوّل یہ فرمایا تھا۔

"اسی مرض میں میری روح قبض ہوگی۔"

یہ سنکر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ یہ فرمایا

"اے فاطمہ! میرے بعد اہل بیت میں سے پہلے تیری روح قبض ہوگی"

یہ سنکر میں خوش ہوگئی۔

ایک اور بات

بعض دوسری روایات میں مزید تفصیل یوں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا۔

"جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر زندہ رہا ہے۔ اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں ساٹھ سال کے سر پر جانے والا ہوں۔"

(دیکھئے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰! حدیث نمبر ۱۸۷۹)

اسی طرح شیخ علی متقی (۸۸۵-۹۷۵ھ) نے امام جلال الدین (وفات ۹۱۱ھ) کی جمع کردہ احادیث کو ابواب فقہ پر باعتبار حروف تہجی مرتب کرکے اس کا نام کنز العمال رکھا ہے۔ یہ احادیث کی جامع کتاب ہے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ کنز العمال میں متذکرہ بالا ۱۲۰ سال والی عمر والی حدیث بروایت حضرت فاطمہ درج ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ حدیث ۱۸۷۹)

مستدرک برحاشیہ جلالین معہ کمالین میں ابن عمر سے روایت ہے کہ عیسیٰ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔ اصابہ میں بھی

نے بروایت حضرت فاطمۃ الزہرا حدیث کے اس ٹکڑے کو درج کیا ہے۔ علامہ زرقانی مالکی نے شرح مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس ہوئی۔

دوسری جگہ زرقانی کہتے ہیں

"یہ عیسائیوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسے ۳۳ برس کی عمر میں آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ جبکہ حدیث نبوی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ برس زندہ رہے۔"

(زرقانی جلد ۵ ص۲۱۴)

حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" تحریر فرمایا ہے:۔

"اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس ہوئی ہے حضرت مسیح علیہ السلام میں دو باتیں ایسی جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دو دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنی ایک سو پچیس برس زندہ رہے۔

(۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی، اس لئے نبی سیاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف ۳۳ برس کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے جاتے تو اس صورت میں ایک سو پچیس برس کی روایت صحیح نہیں ٹھہر سکتی۔ اور نہ وہ اس چھوٹی سی عمر میں یعنی ۳۳ برس میں سیاحت کر سکتے تھے۔"

(صفحہ ۵۳، ۵۴)

قرآن و انجیل کی شہادت

اب مجھے یہ بتلانا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تو پوری طبعی عمر پا کر فوت ہوگا۔ اور کافروں میں سے میں تجھے نکال لے جاؤں گا۔

حضرت امام راغب اصفہانی "مفردات" میں فرماتے ہیں:۔

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تجھے ان لوگوں سے نکال کر الگ لے جائے گا۔ اور اس بات سے بلند و بالا رکھے گا کہ ان جیسے کام کرو۔"

(زیر لفظ "طھر")

صحف سابقہ کی تصدیق

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں جس مرد مظلوم کا

ذکر ہے جو موت کے منہ سے نکل کر طویل عمر پائے گا۔
اس سے سوائے آپ کے اور کوئی مراد نہیں چنانچہ
اس پیشگوئی کا حوالہ دے کر جناب مسیح نے بتایا۔

"اس لئے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت
رکھتا ہے۔ وہ پورا ہوتا ہے"۔
(لوقا ۲۲/۳۷)

پھر یسعیاہ باب ۵۳ کے ایک فقرے کا
حوالہ دے کر فرمایا:۔

"اس کا میرے حق میں پورا ہونا
ضرور ہے۔" (لوقا ۲۲/۳۷)

یسعیاہ نبی کی پیشگوئی میں صاف لکھا ہے۔
کہ ستم رسیدہ خادم موت کا سامنا کرے گا لیکن
وہ اس سے بچایا جائے گا۔ اور طویل عمر پائیگا۔
نیو انگلش بائیبل کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

So shall be enjoy long life and see his childrens Child son ... After all his pains he shall be bathed in light (53 : 10-11)

وہ عمر دراز سے متمتع ہوگا۔ اور اپنی
نسل در نسل دیکھے گا.... جب
وہ تمام دکھ اٹھا چکے گا تو اسے
غسل نور دیا جائے گا۔

صاف ظاہر ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے
یہ مقدر تھا کہ وہ موت کی وادی سے گزر کر حیات
سے ہمکنار ہو۔ اور طویل عمر پائے۔

علماء کیا کہتے ہیں

۱۹۷۸ء میں مقدس کفن کی شہادت

The Testemony of the Shroud

کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ کتاب
کے مصنف Rodney Hoare
ہیں۔ مصنف نے ثابت کیا ہے کہ کفن کی گواہی
موجود ہے۔ کہ حضرت مسیح صلیب سے بچائے گئے۔
کتاب کے آخر میں ہے۔

The section in Isiah which prophesied the life of the Suffering sarvant does not end with death. It continues thus —... So shall he enjoy lond life and see his children's children (Isaiah 53: 9-10) could jesus have married and settled

down to live in obscurity? perhaps"
(Page 115)

ترجمہ - یسعیاہ نبی نے خدا تعالیٰ کے ایک عبد مظلوم کی پیشگوئی کی ہے۔ جسے دکھوں اور مصائب میں سے گزرنا ہے۔ اس کی قابل رحم حالت ہو جائیگی لیکن ان مصائب میں وہ مرے گا نہیں۔ یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں ہے کہ وہ لمبی عمر پائے گا۔ اور اپنی نسل در نسل دیکھے گا۔ اگر یہ درست ہے تو پھر ماننا ہوگا۔ کہ صلیبی حادثہ کے بعد یسوع نے شادی کر لی۔ اور باقی زندگی گمنامی میں بسر کر دی۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ شاید!!

یہ شاید اب حقیقت بننے والی ہے۔ بلکہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی طویل عمر تاریخ عالم کا ایک راز ہے۔ جسکی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور میں جبرائیل علیہ السلام نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔ عیسائی لٹریچر میں بھی اس کے لئے اشارات موجود ہیں۔ آئندہ مضمون کا انتظار فرمائیں۔

ایک اور حقیقت

چونکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک قمری لحاظ سے ۶۲/۶۳ سال تھی جو شمسی لحاظ سے ۶۰/۶۱ بنتی ہے۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کم و بیش ایک سو بیس سال (شمسی) اور ایک سو پچیس سال (قمری) ہوگی۔ بنی اسرائیل کی ابتدائی تقویم جب وہ مصر میں تھے اور خروج کے بعد تورات کا نزول ہوا شمسی تھی۔ مہینہ تیس دن کا تھا۔ سال کے آخر میں پانچ دن بڑھا لئے جاتے۔ اس طرح سال کے ۳۶۵ دن پورے کر لئے جاتے۔ تورات کی کتاب اول میں اس کے اشارات ملتے ہیں۔ بعد ازاں ان کی تقویم قمری ہوگئی۔

جان ڈیوس کی بائبل ڈکشنری میں زیر لفظ Month یہ تفصیل موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر شمسی لحاظ سے ایک سو بیس سال بتائی گئی ہے۔ اسی طرف تورات کی پیشگوئی میں ایک لطیف اشارہ ہے۔

پیکس بائبل کومنٹری (۱۹۵۲ء) میں پیدائش ۶/۳ کا ترجمہ نیو انگلش بائبل سے یہ دیا ہے۔

"But the Lord said my life giving spirit shall not remain in man for ever for his part is mortal flesh. He shall live for a hundred and twenty years."

تب خداوند نے کہا میری زندگی بخش

روح (آدم) انسان میں ہمیشہ نہ رہے گی۔ کیونکہ جہاں تک اس کا تعلق ہے۔ وہ فانی گوشت پوست کا پتلا ہے۔ اس کی عمر ایک سو بیس سال کی ہوگی۔

پیکس کی بائیبل میں اس آیت کے متعلق لکھا ہے۔

very difficult and the text is corrupt

کہ پیدائش ۶/۳ کی عبارت کا سمجھنا بہت مشکل ہے اور متن مخدوش ہے۔

یہاں "انسان" کے لئے عبرانی میں آدم ہے آدم سے یہاں عام انسان مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل کی عمر اس کے بعد بھی یعنی ایک سو چالیس بلکہ ایک سو پچہتر سال تک بھی ہوئی ممکن ہے یہ ایک پیشگوئی ہو اور آدم سے مراد اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ کے مطابق مسیح ناصری ہو یعنی جس آدمی کو زندۂ جاوید مانا جائیگا اس کی عمر ایک سو بیس سال سے تجاوز نہ کریگی۔ اس طرح نسل انسانی کو شروع سے ہی یہ درس دے دیا گیا۔ کہ انسان فانی ہے وہ زندۂ جاوید نہیں ہو سکتا سلسلہ اسرائیل کے آخری پیغمبر کو زندہ جاوید مانا جائے گا۔ لیکن اس کی عمر ایک سو بیس سال ہوگی۔

تورات کے اس حصہ میں مسلمہ طور پر شمسی تقویم ہے۔ گویا ایک سو بیس سال شمسی عمر ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی عمر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اسی تقویم کے پیش نظر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری عمر حضرت عیسےٰ سے نصف عمر ہوگی۔ اس حساب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال عمر بھی درست ہے۔ اور ۱۲۴/۱۲۵ سال بھی۔ ایک سو بیس سال تقویم شمسی میں عمر ہے۔ دوسری قمری حساب سے۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ دیباچہ تفسیر القرآن میں فرماتے ہیں۔

"رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو اپنی وفات کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! میں تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغامبر میری طرف آئے اور مجھے اس کا جواب دینا پڑے۔ پھر فرمایا اے لوگو! مجھے میرے مہربان اور خبیر آقا نے خبر دی ہے کہ نبی اپنے سے پہلے نبی کی نصف عمر پاتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کے قریب تھی۔ اور اس حساب سے آپ نے استدلال کیا کہ میری عمر ساٹھ سال کے قریب

ہوگی۔ چونکہ اس وقت آپ کی عمر (کتابت کی غلطی) باسٹھ تریسٹھ سال کی تھی۔ آپ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ میری عمر اب ختم ہونے والی معلوم ہوتی ہے۔ اس حدیث کے یہ معنے نہیں کہ ہر نبی اپنے سے پہلے آنے والے نبی سے آدھی عمر پاتا ہے۔ بلکہ اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر اور اپنی عمر کا مقابلہ کیا ہے) کہ مجھے خیال ہے۔ کہ اب جلدی مجھے بلایا جائے گا۔ اور میں فوت ہو جاؤں گا

(دیباچہ تفسیر القرآن ص۲۲۹۔ ۲۳۰ اشاعت اول)

آئندہ مضمون کا انتظار فرمائیں حضرت علیہ السلام کی عمر قرون اولیٰ کے عیسائی لٹریچر کی رو سے کیا ہوئی؟ اس پر روشنی ڈالی جائیگی۔

وباللہ التوفیق

ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا کہ خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچا دے گی"

(رسالہ الوصیت صد ۱۲)

جناب سید احمد علی صاحب قائد تربیت

زبان کی حفاظت

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ
مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (ق ۲)
یعنی ہر انسان جو بھی بات کرتا ہے اس کے پاس اس کا کوئی نگران اور محافظ ضرور موجود ہوتا ہے۔

اور فرمایا
يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (نور ع ۳)
یعنی اس دن کو یاد کرو جبکہ ان کی زبانیں بھی اور ان کے ہاتھ بھی ان کے پاؤں بھی ان کے اعمال کے متعلق جو وہ کرتے تھے ان کے خلاف گواہی دیں گے

فرمان نبوی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَن يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَرِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ بِالْجَنَّةِ
جو شخص اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی مجھے ضمانت دے میں اس کے جنتی ہونے کی ضمانت دوں گا۔

(صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ طا۴۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حدیث کا کیا خوب ترجمہ فرمایا ہے ؎
دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائیگا
وہ اک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیث سیدنا سید الوریٰ

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
أَتَدْرُونَ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ الْأَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ
کیا تم جانتے ہو کہ وہ کونسی دو چیزیں ہیں جو لوگوں کو دوزخ میں داخل کرتی ہیں سنو وہ ایک تو زبان ہے اور

دوسری شرمگاہ

قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ ہمیں اپنے تمام اعضا کی حفاظت بالعموم اور زبان کی حفاظت بالخصوص کرنا اشد ضروری ہے۔ زبان کی حفاظت بے شمار گناہوں سے بچاتی ہے۔

ذیل میں زبان کی بدولت جو گناہ اور قصور سرزد ہوتے ہیں ان کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ تاکہ ہم زبان کی حفاظت کی اہمیت کو سمجھیں۔

زبان کے گناہ

۱۔ گالی دینا
۲۔ لعنت کرنا
۳۔ فتویٰ کفر ارتداد و نفاق وغیرہ لگانا
۴۔ زندہ یا مردہ کی چغلی کرنا
۵۔ عیب چینی کرنا
۶۔ تعریف یا تحقیر کی مبالغہ آمیز باتیں کرنا
۷۔ طعنہ زنی کرنا
۸۔ جھوٹ بولنا
۹۔ جھوٹی گواہی دینا
۱۰۔ قرض کی ادائیگی میں جھوٹے وعدے کرنا
۱۱۔ غیر محرم سے ناجائز گفتگو کرنا
۱۲۔ ایذا دہی کی بات کرنا
۱۳۔ باہمی اختلاف اور فتنہ و فساد پیدا کرنا
۱۴۔ حسب نسب میں عیب لگانا
۱۵۔ بغض و عداوت کا مظاہرہ کرنا۔
۱۶۔ غلط مشورہ دینا۔
۱۷۔ بڑوں کی بے ادبی کرنا
۱۸۔ چھوٹوں کی تحقیر کرنا
۱۹۔ بددعا کرنا۔
۲۰۔ لغو قسم کھانا
۲۱۔ بلاوجہ غیظ و غضب اور غصہ کا اظہار کرنا
۲۲۔ نیک کام میں شرکت سے منع کرنا۔
۲۳۔ خدا اور بندوں کی ناشکری کرنا
۲۴۔ آزمائش پر جزع فزع کرنا
۲۵۔ ماتم اور بین کرنا
۲۶۔ مصیبت آنے پر خدا کو کوسنا
۲۷۔ بہتان لگانا
۲۸۔ زمانہ کو برا کہنا
۲۹۔ مداہنت اور چاپلوسی کرنا۔
۳۰۔ اقشائے راز کرنا
۳۱۔ ناجائز مذاق کرنا
۳۲۔ آوازے کسنا
۳۳۔ بلا ضرورت لغو باتیں کرنا
۳۴۔ دو باتیں کرنے والوں میں بلا ضرورت دخل دینا
۳۵۔ محض مجلس کو ہنسانے کے لئے بات کرنا
۳۶۔ بے حیائی کی باتیں کرنا یا قصے سننا۔
۳۷۔ فخر و مباہات کی باتیں کرنا

۳۸ - اپنی بڑائی اور تکبّر کا اظہار کرنا
۳۹ - مُردوں سے حاجت روائی چاہنا
۴۰ - فحش لٹریچر پڑھنا یا سنانا
۴۰ - پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے گفتگو کرنا
۴۱ - مجلس میں کانا پھوسی کرنا۔
۴۲ - سائل کو جھڑکنا
۴۳ - دوسروں کو گھریلو چیزیں دینے سے انکار کرنا
۴۴ - گندے اشعار اور گیت گانا
۴۵ - کھانے میں عیب نکالنا
۴۶ - احسان کرکے جتلانا
۴۷ - گالی کا جواب گالی سے دینا
۴۸ - معبودانِ باطلہ کو گالی دینا
۴۹ - کسی کے پیشوا کو بُرا کہنا
۵۰ - قصور معاف کرکے پھر اس کا ذکر کرنا
۵۱ - غیر محرم عورت کے جسمانی محاسن بیان کرنا۔
وغیرہ وغیرہ

زبان کے گناہوں سے بچنے کا علاج

زبان کے گناہوں سے بچنے کا علاج تو مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ع

"پہلے بات کو تولو پھر منہ سے بولو"

تاہم مزید علاج جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی سن لیں۔ فرمایا۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا (مشکوٰۃ ص۴۱۳)

یعنی جو خاموش رہا وہ خرابیوں سے نجات پا گیا اور فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ

کہ جو اللہ تعالےٰ اور آنے والے (حساب کے) دن پر یقین رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ جب بات کرے۔ تو بھلائی اور خیر کی بات کرے۔ ورنہ خاموش رہے۔ اسی میں بہتری ہے۔

خدا تعالےٰ ہم سب کو ان احکاماتِ الٰہیہ اور ارشاداتِ نبویہ پر عمل کرنے کی کما حقہ توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین۔

سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(چشمہ معرفت ص۲۸۸)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں

سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ

اے میری جماعت! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو دنیا کے لئے ہے۔ اور بد قسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اے سعادت مند لوگو! تم زور سے اس تعلیم میں داخل ہو جاؤ۔ جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو وحدہ لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم

سے خدا جیت چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ کی کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ ہوتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو جب کہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو۔ سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔

خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے۔ ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے۔ اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے۔ کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں کہ رسمی طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔ اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کی رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں۔

اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ"۔۔۔

(تذکرۃ الشہادتین)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی
ایک پُر اثر دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَادْفَعْ بَلَایَانَا وَکُرُوْبَنَا

اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری بلاؤں کو دور فرما اور ہماری مصیبتوں کو بھی دور فرما۔

وَنَجِّ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ قُلُوْبَنَا وَکَفِّلْ خُطُوْبَنَا۔

اور ہمارے دلوں کو ہر قسم کے غموں سے نجات بخش۔ اور کفیل ہو ہماری تکلیفوں کا

وَکُنْ مَعَنَا حَیْثُ مَاکُنَّا یَا مَحْبُوْبَنَا وَاسْتُرْ عَوْرَاتِنَا

اور ہمارے ساتھ ہو جہاں پر بھی ہم ہوں اے ہمارے محبوب اور ڈھانپ دے ہمارے ننگ کو

وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اِنَّا تَوَکَّلْنَا عَلَیْکَ وَفَوَّضْنَا الْاَمْرَ اِلَیْکَ

اور امن میں رکھ ہمارے خطرات کو ہم نے تجھ پر توکل کیا۔ اور ہم نے تیرے سپرد کیا اپنا معاملہ

اَنْتَ مَوْلَانَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اٰمِیْن

تو ہمارا آقا ہے دنیا میں اور آخرت میں تو ارحم الراحمین ہے۔ قبول فرما۔

یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

اے رب العالمین۔

(مرسلہ سید سعید قائد کراچی صدر)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

محبت الٰہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک درخشاں پہلو

— (۱) —

محبت الٰہی خالق و مخلوق کے باہمی رشتہ کا مضبوط ترین پیوند اور فطرت انسانی کا جزو اعظم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس روحانی پیوند کا جس عجیب و غریب رنگ میں آغاز ہوا اس کا تصور ایک صاحب دل انسان میں وجد کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جوانی کا عالم تھا جبکہ انسان کے دل میں دنیوی ترقی اور مادی آرام و آسائش کی خواہش اپنے پورے کمال پر ہوتی ہے۔ اور حضورؑ کے بڑے بھائی صاحب ایک معزز عہدہ پر فائز ہو چکے تھے۔ اور یہ بات چھوٹے بھائی کے دل میں ایک گونہ رشک یا کم از کم نقل کا رجحان پیدا کر دیتی ہے۔ ایسے وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب نے علاقہ کے ایک سکھ زمیندار کے ذریعہ جو ہمارے دادا صاحب سے ملنے آیا تھا حضرت مسیح موعودؑ کو کہلا بھیجا کہ آجکل ایک ایسا بڑا افسر برسر اقتدار ہے۔ جس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں، اس لئے اگر تمہیں نوکری کی خواہش ہو۔ تو میں اس افسر کو کہہ کر تمہیں اچھی ملازمت دلا سکتا ہوں۔ یہ سکھ زمیندار حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہمارے دادا صاحب کا پیغام پہنچا کر تحریک کی کہ یہ ایک بہت عمدہ موقعہ ہے۔ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے جواب میں بلا توقف فرمایا

حضرت والد صاحب سے عرض کر دو کہ میں ان کی محبت اور شفقت کا ممنون ہوں۔ مگر

"میری نوکری کی فکر نہ کریں میں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں"

یہ سکھ زمیندار حضرت دادا صاحب کی خدمت میں حیران و پریشان ہو کر واپس آیا اور عرض کیا کہ آپ کے بیٹے نے تو یہ جواب دیا ہے کہ

۱؎ سیرت المہدی جلد اول

"مَیں نے جہاں نوکر ہونا تھا ہو چکا ہوں۔"

شائد وہ سکھ زمیندار حضرت مسیح موعودؑ کے اس جواب کو اس وقت اچھی طرح سمجھا بھی نہ ہوگا مگر دادا صاحب کی طبیعت بڑی نکتہ شناس تھی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر فرمانے لگے کہ "اچھا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ میں نوکر ہو چکا ہوں؟ تو پھر خیر ہے اللہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔" اور اس کے بعد کبھی کبھی حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ "سچا راستہ تو یہی ہے جو غلام احمد نے اختیار کیا ہے۔ ہم تو دنیاداری میں الجھ کر اپنی عمریں ضائع کر رہے ہیں۔" مگر باوجود اس کے وہ شفقتِ پدری اور دنیا کے ظاہری حالات کے ماتحت اکثر فکرمند بھی رہتے تھے کہ میرے بعد اس بچہ کا کیا ہوگا۔ اور لازمۂ بشری کے ماتحت حضرت مسیح موعودؑ کو بھی والد کے قربِ وفات کے خیال سے کسی قدر فکر ہوا۔ لیکن اسلام کا خدا بڑا وفادار اور بڑا قدرشناس آقا ہے۔ چنانچہ قبل اس کے کہ ہمارے دادا صاحب کی آنکھیں بند ہوں خدا نے اس نوکرِ شاہی کو جس نے اپنی جوانی کی عمر سے اس کا دامن پکڑا تھا اس عظیم الشان الہام کے ذریعہ تسلی دی کہ

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ[1]

یعنی اے میرے بندے تو کس

فکر میں ہے۔ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ یہ الہام اس شان اور اس جلال کے ساتھ نازل ہوا کہ میرے دل کی گہرائیوں میں ایک فولادی میخ کی طرح پیوست ہو کر بیٹھ گیا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں میری کفالت فرمائی کہ کوئی باپ یا کوئی رشتہ دار یا کوئی دوست کیا کر سکتا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اس کے بعد مجھ پر خدا کے وہ متواتر احسان ہوئے کہ ناممکن ہے کہ میں ان کا شمار کر سکوں۔[1]

—(۲)—

ایک جگہ اس خدائی کفالت کے ایک پہلو کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی شکر کے انداز میں فرماتے ہیں ؎

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ
وَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ[2]

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دوسروں کے دسترخوانوں سے بچے ہوئے ٹکڑے میری غذا ہوا کرتے تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے میرے دسترخوان پر خاندانوں

---

[1] تذکرہ صفحہ ۲۴

[1] کتاب البریہ [2] آئینہ کمالاتِ اسلام

کے خاندان پل رہے تھے۔

یہ اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر یا مسجد میں یا اپنے چوبارے میں نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن مجید اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اور اندر سے ہماری تائی صاحبہ جن کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا بچا ہوا اور روکھا سوکھا کھانا آپ کو بھجوا دیا کرتی تھیں۔

خدائی نصرت اور خدائی کفالت کے اس عجیب وغریب واقعہ میں ہماری جماعت کے نوجوانوں اور خصوصاً واقف زندگی نوجوانوں کے لئے بھاری سبق ہے کہ اگر وہ بھی پاک وصاف نیت اور توکل علی اللہ کے خالص جذبہ کے ساتھ خدا کے نوکر بنیں گے۔ تو وہ رحیم وکریم آقا جو سب وفاداروں سے بڑھ کر وفادار اور سب قدرشناسوں سے زیادہ قدرشناس ہے۔ وہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے۔ اور وہ اس کے ہاتھ کو تھامنے سے انکار کرتے ہوئے اسے بے سہارا چھوڑ دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا
کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا؎

؎ لیتے بچوں کی آمد

—(۲)—

غالباً یہ بھی اسی سکھ زمیندار کا بیان ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمارے دادا کی طرف سے نوکری کا پیغام لاکر دیا تھا کہ ایک دفعہ ایک بڑے افسر یا رئیس نے ہمارے دادا صاحب سے پوچھا کہ سنتا ہوں کہ آپ کا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے۔ مگر ہم نے اسے کبھی دیکھا نہیں۔ دادا صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرا ایک چھوٹا لڑکا تو ہے مگر وہ تازہ شادی شدہ دلہنوں کی طرح کم ہی نظر آتا ہے۔ اگر اسے دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی گوشہ میں جاکر دیکھ لیں۔ وہ تو مسیتڑ؎ ہے۔ اور اکثر مسجد میں ہی رہتا ہے۔ اور دنیا کے کاموں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہماری تائی صاحبہ کبھی کبھی بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی خداداد ترقی کو دیکھ کر اس روایت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے تایا (یعنی ہمارے دادا صاحب) کو کیا علم تھا کسی دن غلام احمد کی خوش بختی کیا پھل لائے گی۔؎

خاکسار جب بھی یہ روایت سنتا ہے تو مجھے لازماً رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث

؎ مسیتڑ پنجابی زبان میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کا اکثر وقت مسجد میں بیٹھ کر نماز اور ذکر الٰہی میں گزرتا ہے۔
؎ سیرۃ المہدی وتذکرۃ المہدی مصنفہ پیر سراج الحق صاحب وسیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ عرفانی صاحب

یاد آجاتی ہے جس میں آپؐ فرماتے ہیں :-

رَجُلٌ کَانَ قَلْبُہٗ مُعَلَّقًا
بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْہُ
حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْہِ [1]

یعنی وہ شخص خدا کے خاص فضل و رحمت کے سایہ میں ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں لٹکا رہتا ہے۔

مسجد میں دل لٹکنے سے یہ مراد ہے کہ ایسا شخص خدا کی محبت اور اس کی عبادت میں اتنا منہمک رہتا ہے کہ اس کا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزرتا ہے۔ اور اگر وہ کسی کام وغیرہ کی غرض سے مسجد سے باہر آتا ہے تو اس وقت بھی وہ گویا اپنا دل مسجد میں ہی چھوڑ آتا ہے کہ کب یہ کام ختم ہو اور کب میں اپنے نشیمن میں واپس پہنچوں۔ ہونے والے ماموروں کی یہ بات ایسے حالات سے تعلق رکھتی ہے کہ جب وہ اپنے دعویٰ سے قبل ریاضات اور عبادات میں مشغول ہوتے ہیں ورنہ دعوے کے بعد تو ان کی زندگی مجسم جہاد کا رنگ اختیار کر لیتی ہے جس کا ہر لمحہ باطل کا مقابلہ کرنے اور ڈوبتے ہوئے لوگوں کو بچانے میں گزرتا ہے۔

— (۴) —

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں خدا کی محبت اتنی رچی ہوئی اور اتنا غلبہ پائے ہوئے تھی کہ اس کے مقابل پر ہر دوسری محبت ہیچ تھی۔ اور آپؑ اس ارشاد نبوی کا کامل نمونہ تھے کہ

اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ الْبُغْضُ
فِی اللّٰہِ [2]

یعنی سچے مومن کی ہر محبت اور ہر ناراضگی خدا کی محبت اور خدا کی ناراضگی کے تابع اور اسی کے واسطے سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی ایک فارسی نظم میں خدا کی حقیقی محبت کا پیمانہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ ؎

ہر چہ غیر خدا بخاطر تست
آں بُت تست اے بایماں سُست
پُر حذر باش زیں بتانِ نہاں
دامنِ دل ز دستِ شاں برہاں [3]

یعنی جو چیز بھی تیرے خدا کے سوا تیرے دل میں ہے وہ (اے سست ایمان والے شخص) تیرے دل کا ایک بُت ہے۔ تجھے چاہیئے کہ ان مخفی بتوں کی طرف سے ہوشیار رہ۔ اور اپنے دل کے دامن کو ان بتوں کی دست بُرد سے بچا کر رکھ۔"

---

[1] ترمذی

[2] داؤد و مسند احمد [3] براہین احمدیہ حصہ دوم

— (۵) —

یہ ایک عجیب نظارہ ہے کہ ادھر حضرت مسیح موعودؑ نے خدا کی خاطر دنیا سے منہ موڑا۔ اُدھر خدا نے آپ کو دین و دنیا کی نعمتیں عطا کرنی شروع کر دیں بلکہ حق یہ ہے کہ اس نے دونوں جہان آپ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ مگر آپ کی نظر میں خدا کی محبت اور اس کے قرب کے مقابل پر ہر دوسری نعمت ہیچ تھی۔ چنانچہ ایک جگہ خدا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ؎

اے سر و جان و دل و ہر ذرہ ام قربانِ تو
بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو
فلسفی کز عقل مے جوید ترا دیوانہ ہست
دور تر ہست از خردہا آں رہِ پنہانِ تو
از حریم تو ازیناں ہیچ کس آگہ نہ شد
ہر کہ آگہ شد، شد از احسانِ بے پایانِ تو
عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم میدہی
ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غلمانِ تو[۱]

یعنی اے وہ کہ تجھ پر میرا سر اور میری جان اور میرا دل اور میرا ہر ذرہ قربان ہے۔ تُو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے۔ وہ فلسفی تو دراصل عقل سے کورا ہے جو تجھے عقل کے ذریعہ تلاش کرتا ہے کیونکہ تیرا پوشیدہ رستہ عقلوں سے دُور اور نظروں سے مستور ہے۔ یہ سب لوگ تیری مقدس بارگاہ سے بے خبر ہیں۔ تیرے دروازہ تک جب کوئی پہنچا ہے۔ تو صرف تیرے احسان کے نتیجہ میں ہی پہنچا ہے۔ تو بے شک اپنے عاشقوں کو دونوں جہان بخش دیتا ہے۔ مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے؟ وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے ہوتے ہیں۔

دوست ان شعروں پر غور کریں حضرت مسیح موعودؑ کس ناز سے فرماتے ہیں کہ اے میرے آسمانی آقا! تو نے بے شک مجھے گویا دونوں جہانوں کی نعمتیں دے دی ہیں مگر مجھے ان نعمتوں سے کیا کام ہے۔ مجھے تو بس تُو چاہیئے۔ یہ وہی بات ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو خدا نے نبوت دی۔ فرعون جیسے جبّار بادشاہ پر غلبہ بخشا۔ ایک قوم کی سرداری عطا کی۔ مگر پھر بھی ان کی پکار یہی رہی کہ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ یعنی خدایا تیرے احسانوں کے نیچے میری گردن دبی ہوئی ہے۔ مگر ذرا اپنا چہرہ بھی دکھا دیجئے۔ یہی حال اپنے محبوب آقا حضرت خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صلے اللہ علیہ وسلم کی ظلیت میں حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ چنانچہ

[۱] چشمۂ مسیحی

دوسری جگہ خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ:۔

در دو عالم مرا عزیز توئی
وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی[1]

یعنی دونوں جہانوں میں میرا تو بس تو ہی محبوب ہے۔ میں تجھ سے صرف تیرے ہی وصال کا آرزومند ہوں۔

(۶)

قرآن مجید سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کے بے نظیر معنوی اور ظاہری محاسن کی وجہ سے بے حد عشق تھا۔ مگر باوجود اس کے قرآنی محبت کی اصل بنیاد بھی خدا ہی کی محبت پر قائم تھی فرماتے ہیں:۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے[2]

یعنی قرآن کی خوبیاں تو ظاہر و عیاں ہیں مگر اس کے ساتھ میری محبت کی اصل بنیاد اس بات پر ہے۔ کہ اے میرے آسمانی آقا وہ تیری طرف سے آیا ہوا مقدس صحیفہ ہے۔ جسے بار بار چومنے اور اس کے ارد گرد طواف کرنے کے لئے میرا دل بے چین رہتا ہے۔

ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پالکی میں بیٹھ کر قادیان سے بٹالہ تشریف لے جا رہے تھے (اور یہ سفر پالکی کے ذریعہ قریباً پانچ گھنٹے کا تھا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان سے نکلتے ہی اپنی حمائل شریف کھول لی۔ اور سورۃ فاتحہ کو پڑھنا شروع کیا۔ اور برابر پانچ گھنٹے تک اسی سورۃ کو استغراق کے ساتھ پڑھتے رہے۔ کہ گویا وہ ایک وسیع سمندر ہے۔ جس کی گہرائیوں میں آپ اپنے ازلی محبوب کی محبت و رحمت کے موتیوں کی تلاش میں غوطے لگا رہے ہیں[1]

(۷)

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو اس کثرت اور اس تکرار کے ساتھ اپنی وفات کے قریب کے بارے میں الہام ہوئے کہ کوئی اور ہوتا تو اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے مگر چونکہ آپ کو خدا کے ساتھ کامل محبت تھی۔ اور اُخروی زندگی پر ایسا ایمان تھا۔ کہ گویا آپ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ آپ ان پے درپے الہاموں کے باوجود ایسے شوق اور

---

[1] دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اوّل
[2] "قادیان کے آریہ اور ہم"

[1] سیرت المہدی حصہ دوم ص ۱۰۶

ایسے انہماک کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے رہے۔ کہ گویا کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس خیال سے اپنی کوششوں کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ کہ اب میں اپنے محبوب سے ملنے والا ہوں۔ اور اس کے قدموں میں ڈالنے کے لئے جتنے پھول بھی چن سکوں چن لوں[1]
یہ اسی طرح کی کیفیت تھی جس کے ماتحت

[1] سلسلہ احمدیہ

آپ کے آقا رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں شوق کے ساتھ فرمایا تھا کہ
اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ۔
اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی[2]
یعنی خدایا اب میں تیرے قدموں میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اور تیری قریب ترین معیّت کا آرزومند ہوں۔

[2] صحیح بخاری

مجالس انصار اللہ نوٹ فرمالیں

صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب کو ۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء تک کے لئے قائد اصلاح وارشاد مقرر فرمایا ہے ناظمین اضلاع ۔ زعماء اعلیٰ و زعماء مجالس از راہ کرم ان سے مکمل تعاون فرمادیں ۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

از جناب ملک سیف الرحمٰن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ

روزہ

اسلامی عبادات کا دوسرا اہم رکن روزہ ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں نفس کی تہذیب اس کی اصلاح اور قوت برداشت کی تربیت مدنظر ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جس دین میں عبادات نہ ہوں، وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔"

(فتاوے احمدیہ صفحہ ۱۸۳)

صوم (روزہ) کے لغوی معنے رکنے اور کوئی کام نہ کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں طلوع فجر صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے اور پینے جماع سے رکے رہنے کا نام صوم یا روزہ ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ

(بقرہ آیت ۱۸۸)

یعنی رات کے وقت کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ تمہیں سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ یعنی فجر طلوع ہو جائے۔ اس کے بعد رات آنے تک سارا دن روزہ کی تکمیل میں لگے رہو۔ خدا کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کے لئے کھانے پینے اور جنسی خواہشات سے رکنے کا حکم ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لئے بطور علامت ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ

(بخاری کتاب الصوم صفحہ ۲۵۵ جلد اول)

یعنی جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔ اللہ تعالےٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے، جب اصل مقصد حاصل کرنے کا جذبہ ہی نہیں تو روزہ کا کیا فائدہ؟

اسی طرح ایک اور موقعہ پر فرمایا:-

لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ وَ اِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ فَاِنْ سَابَّكَ اَحَدٌ اَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ اِنِّيْ صَائِمٌ فَكَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ وَ كَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ

(دارمی بحوالہ مشکوٰۃ ص۱۷۷ جلد اول)

روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ ہر قسم کی بیہودہ باتیں کرنے اور فحش بکنے سے رکنے کا مفہوم بھی اس میں شامل ہے۔ پس اے روزہ دار مخاطب اگر کوئی شخص تجھے گالی دے۔ یا غصہ دلائے تو کہو کہ میں روزہ دار ہوں۔ جو شخص روزہ دار ہونے کے باوجود گالی گلوچ کرتا ہے تو اس کا روزہ صرف بھوکا پیاسا رہنا ہے۔ جس سے اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

قدیم مذاہب میں روزہ

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا وجود قدیم سے قدیم مذاہب میں بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ ۱۸۴)

اے مسلمانو! تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے۔ جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور اس کی غرض تقوےٰ کا حصول اور تہذیب نفس ہے۔

اسلامی روزوں اور قدیم مذاہب کے روزوں کی شکل میں گو اختلاف ہے مگر بنیادی عناصر سب میں مشترک ہیں۔ حدیث نبوی میں مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَ صِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ۔

(مسند دارمی ص۱۸۹ باب فی فضل السحور)

کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں ایک فرق سحری کھانا بھی ہے۔

مسلمان سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں۔ اور اہل کتاب سحری نہیں کھاتے۔ اسی طرح ہندو اپنے

روزہ کے دوران کئی چیزیں کھا بھی لیتے ہیں۔ پھر بھی ان کا روزہ قائم رہتا ہے۔ گویا ان کے ہاں بعض چیزوں کے پرہیز سے روزہ مکمل ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں کے روزے بھی اسی قسم کے ہیں۔ کہ کسی روزے میں گوشت نہیں کھاتا کسی میں خمیری روٹی نہیں کھاتی۔ بعض مذاہب میں پورے دن کا روزہ بغیر سحری کھائے ہوتا ہے۔ وہ صرف شام کے وقت افطار کرتے ہیں۔ کسی مذہب میں چار چار دن متواتر روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ بعض مذاہب میں ایسے روزے بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں صرف ٹھوس غذا کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ہلکی غذا دودھ پھل وغیرہ کھانے کی اجازت ہے۔

روزوں کی غرض

روزہ اصلاح نفس کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ جہاں انسان خدا کی خاطر تمام لذات کو ترک کر دیتا ہے۔ وہاں اسے اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ نیکی پر قائم کرنے اور ہر قسم کی حرام اور نجس چیزوں سے پرہیز کرنے کی کوشش کرنے کا سبق ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"رمضان کے روزوں کی غرض کسی کو بھوکا پیاسا مارنا نہیں۔ اگر بھوکا مرنے سے جنت مل سکتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ کافی سے کافر اور منافق سے منافق لوگ بھی اس کے لئے تیار ہو جاتے کیونکہ بھوکا پیاسا مرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ درحقیقت مشکل بات اخلاقی اور روحانی تبدیلی ہے۔ لوگ بھوکے تو معمولی باتوں پہ رہنے لگ جاتے ہیں۔ قید خانوں میں جاتے ہیں تو بھوک ہڑتال شروع کر دیتے ہیں اور برہمنوں کا تو یہ مشہور حیلہ چلا آتا ہے۔ اور جب لوگ ان کی کوئی بات نہ مانیں تو کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ پس بھوکا رہنا تو کوئی بڑی بات نہیں اور نہ یہ رمضان کی غرض ہے۔ رمضان کی اصل غرض یہ ہے کہ ہر حالت میں انسان خدا تعالےٰ کے لئے ہر ایک چیز چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کا بھوکا رہنا علامت اور نشان ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ ہر ایک حق کو خدا کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار ہے۔ کھانا پینا انسان کا حق ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات اس کا حق ہے۔ اس لئے جو شخص ان باتوں کو چھوڑتا ہے۔ وہ یہ بتاتا ہے کہ میں خدا تعالےٰ کے لئے اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ ناحق کا چھوڑنا تو بہت ادنےٰ بات ہے۔ اور کسی مومن سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی کا حق مارے۔ مومن

سے جس بات کی امید کی جاسکتی ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کی رضا کے لئے اپنا حق بھی چھوڑ دے۔ لیکن اگر رمضان آئے اور یونہی گزر جائے۔ اور ہم یہی کہتے رہیں کہ ہم اپنا حق کس طرح چھوڑ دیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے رمضان سے کچھ حاصل نہ کیا۔ کیونکہ رمضان یہی بتانے کے لئے آیا تھا۔ کہ خدا کی رضا کے لئے اپنے حقوق بھی چھوڑ دینے چاہئیں۔"

(الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۲۶ء صفحہ ۵-۶

فرمودہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۶ء)

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ

"جو انسان روزہ میں اپنی چیزیں خدا کے لئے چھوڑتا ہے۔ جن کا استعمال کرنا اس کے لئے کوئی قانونی اور اخلاقی جرم نہیں۔ تو اس سے اسے عادت ہوتی ہے کہ غیروں کی چیزوں کو ناجائز طریق سے استعمال نہ کرے اور ان کی طرف نہ دیکھے۔ اور جب وہ خدا کے لئے جائز چیزوں کو چھوڑتا ہے۔ تو اس کی نظر ناجائز چیزوں پر پڑ ہی نہیں سکتی۔" (الفضل ۱۲/۶۶، ۱ صفحہ ۸)

غرض جہاں روزہ سے تزکیہ نفس و تجلّی قلب ہوتی ہے، وہیں روزہ جسمانی، اخلاقی اور معاشرتی فوائد کا موجب بھی بن جاتا ہے۔ اس سے کشفی طاقت بڑھتی اور ترقی پذیر ہوتی ہے۔ جس طرح جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے۔ ایسا ہی روحانی روٹی (یعنی روزہ) روح کو قائم رکھتی ہے۔ اور اس سے روحانی قوے تیز ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ یعنی اگر تم روزہ رکھ ہی لیا کرو۔ تو اس میں تمہارے لئے بڑی خیر ہے۔

قرآن کریم میں روزہ کو متقی بننے کا ایک مجرب نسخہ بتایا گیا ہے۔ یعنی اگر تم اس نسخہ پر عمل کرو گے۔ تو متقی بن جاؤ گے۔ فرمایا

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ
کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ آیت ۱۸۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (۲۸۴)

"جس قدر بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا منبع چار چیزیں ہیں، باقی آگے اس کی فروع ہیں۔ وہ چار منبع یہ ہیں اول کھانا دوئم پینا سوئم شہوت۔ چوتھے حرکت سے بچنے کی خواہش سب عیوب ان چاروں باتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان چاروں منبعوں کو بدی سے روکنے کے لئے روزہ رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک شخص خیانت اس لئے کرتا ہے کہ محنت سے

بچنا چاہتا ہے۔ یعنی محنت کر کے کھانا نہیں چاہتا۔ اور دوسرے کا مال کھاتا ہے۔ لیکن روزہ دار کو رات کے زیادہ حصہ میں اٹھ کر عبادت کرنی پڑتی ہے۔ سحری کے لئے اٹھتا ہے۔ سارا دن منہ بند رکھتا ہے۔ سوتا کم ہے۔ ایک ماہ تک روزے دار کو یہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ جس سے اس کا جسم عادی ہو جاتا ہے۔ اور اس سے غفلت کی عادت کو دھکا لگتا ہے۔ پھر کھانے پینے اور شہوت سے بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے لئے روزہ رکھا گیا ہے۔ انسان کھانا پینا ترک کرتا ہے۔ ضروریاتِ زندگی کو چھوڑتا ہے۔ پس جن ضرورتوں کے باعث انسان گناہ میں پڑتا ہے انہیں عارضی طور پر روک دیا جاتا ہے۔"

(الفضل ۱۲/۶۶ ۱۷ ص۵)

روزہ کا جسمانی فائدہ بھی ہے اور وہ یہ کہ انسانی جسم تکالیف اور شدائد برداشت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس میں قوتِ برداشت اور صبر کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں صحت کے برقرار رکھنے میں فاقہ کی طبعی اہمیت مسلم ہے اگر اعتدال پیش نظر ہے تو اس سے صحت کو نمایاں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

گویا روزہ جسم کی صحت کا ضامن ہے اور روحانی لحاظ سے تقویٰ کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اس سے خوش خلقی، عفت، دیانت، نیک چلنی اور تزکیہ نفس کی توفیق ملتی ہے۔ صبر و جراٴت کی قوتوں کی نشوونما ہوتی ہے۔ غرباء کی تکالیف کا احساس ہوتا ہے۔ اور ان کی مدد کرنے کا جذبہ بڑھتا ہے اور اسی طرح اقتصادی اور طبقاتی مساوات کے رجحانات کو فروغ ملتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ صحت بھی برقرار رہتی ہے۔

روزہ رکھنے والے کا درجہ

حدیث قدسی ہے۔

۱۔ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامُ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أُجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ

(بخاری کتاب الصوم جلد اوّل صہ ۲۵۵)

یعنی انسان کے سب کام اپنے لئے ہیں، مگر روزہ میرے لئے ہے۔ اس لئے میں خود اس کی جزا بنوں گا۔ کیونکہ وہ اپنی تمام خواہشات کو میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔

۲۔ والذی نفس محمد بیدہ

(باقی دیکھیں صہ ۴۸ پر)

جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر اشاعت

ایک اعتراض کا جواب

احمدیت پر سب سے بڑا سمجھا جانے والا اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ احمدی حضرات مرزا صاحب کو نبی مان کر خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے منکر ہیں۔ جو اہل سنت کے اجماعی معنے ہیں۔

الجواب

اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ علمائے اہل سنت کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ اور اسے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے اس مفہوم سے بھی اتفاق ہے۔ جو آخری نبی کا اجماعی مفہوم ہے

واضح ہو کہ علمائے اہل سنت میں سے کوئی عالم بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلق آخری نبی یعنی LAST PAROPHET IN ABSOLUTE SENSE نہیں مانتا بلکہ علمائے اہل سنت کا آخری نبی کے صرف اس مفہوم پر اجماع ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی اور رسول نہیں آسکتا۔ اور یہ مفہوم مطلق آخری نبی کے مترادف نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا یہ مفہوم آخری نبی کے الفاظ کو دو شرطوں سے مشروط قرار دیتا ہے۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ تمام علمائے اہل سنت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسے علیہ السلام کے امتی نبی کی حیثیت میں آنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ احادیث نبویہ نازل ہونے والے عیسے کو نبی اللہ بھی قرار دیتی ہیں اور امتی بھی۔

پس جماعت احمدیہ بھی اہل سنت کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری تشریعی اور آخری مستقل نبی یقین کرتی ہے۔ اور آپ کے بعد صرف ایسے نبی کا آسکنا مانتی ہے جو ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے امتی ہو۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو۔ اور آپ کے افاضہ روحانیہ سے مقام نبوت پانے والا ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہمارا اختلاف مخالف علماء سے صرف مسیح موعود کی شخصیت میں ہے نہ کہ اس کے منصب میں اور یہ اختلاف پہلے بھی امت میں موجود رہا ہے۔ ایک حصہ امت کا عیسے نبی اللہ کی اصالتاً آمد کا قائل رہا ہے۔ اور دوسرا حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وجود کو ہی بروزی طور پر نازل ہونے والا عیسے جانتا رہا ہے۔

یعنی مثیلِ عیسیٰ کی آمد کا قائل رہا ہے نہ اصل عیسیٰ علیہ السلام کا۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصالتاً نازل ہونے کا عقیدہ اہل سنت کا کوئی اجماعی عقیدہ نہیں جس سے جماعت احمدیہ کو انکار ہو۔ اہل سنت کے مشہور امام ملا علی القاری علیہ الرحمۃ خاتم النبیین کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں:۔

المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ و لم یکن من امتہ

(موضوعات کبیر ص۵۹)

یعنی خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

اس عبارت میں انقطاع نبوت کو خاتم النبیین کے بعد دو شرطوں سے مشروط کیا گیا ہے۔

شرطِ اوّل یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین کی رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو شریعتِ محمدیہ کے کسی حکم کو منسوخ کرے۔ گویا نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا جو آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس خاتم النبیین کے مثبت معنی یہ ہو گئے کہ ایسا نبی آسکتا ہے جو امت میں سے ہو اور آپ کا تابع ہو۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے بھی یہ لکھا ہے۔

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"

(تحذیر الناس ص۲۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تجلیات الٰہیہ ص۹ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"شریعت لانے والا نبی کوئی نہیں ہو سکتا البتہ بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو"

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب مجدد صدی دوازدہم فرماتے ہیں۔

اِمْتَنَعَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ مُسْتَقِلٌّ بِالتَّلَقِّيْ۔

(الخیر الکثیر ص۸۰)

یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل شریعت لانے والے نبی کا آنا ممتنع ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

اِنَّ النُّبُوَّةَ تَتَجَزَّءُ وَ جُزْءٌ مِنْهَا بَاقٍ بَعْدَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ

(المسوّیٰ شرح الموطا جلد ۲ ص۲۱۶ مطبوعہ دہلی)

کہ نبوت قابل انقسام ہے۔ اور اس کا ایک حصہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے۔

اسی طرح شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ امام شعرانی علیہ الرحمۃ۔ سید عبد الکریم جیلی علیہ الرحمۃ امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ صوفیا عظام علمائے کرام صرف تشریعی نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع قرار دیتے ہیں۔ اور نبوت مطلقہ کو بصورت غیر تشریعی نبوت کو منقطع نہیں جانتے۔ چنانچہ حضرت محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں:۔

فما ارتفعت النبوۃ بالکلیہ
انما ارتفعت نبوۃ التشریع

اور امام شعرانی لکھتے ہیں:۔

ان مطلق النبوۃ لم ترتفع
و انما ارتفعت نبوۃ التشریع
(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ)

اسی طرح مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں:۔

"بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں۔ صاحب شرع جدید کا آنا البتہ ممتنع ہے۔
(دافع الوسواس فی اثر ابن عباس صـ)

بعض لوگ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ملے کر یہ تاویل کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ نہ کہ مطلق آخری نبی۔ اس لیے آپ سے پہلے کا پیدا شدہ نبی تو آپ کے بعد آسکتا ہے۔ مگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کی تشریح میں جو لا نبی بعدی وارد ہے۔ اس کا یہی مفہوم ہے مگر حضرت امام علی القاری فرماتے ہیں۔

حدیث لا وحی بعد موتی
باطل نعم ورد لا نبی بعدی
معناہ عند العلماء لا یحدث
بعدہ نبیٌ بشرعٍ ینسخ شرعہ
(الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ
صـ۲۲۶ اور المذھب الوردی
فی حقیقۃ المھدی مصنفہ ملا علی قاری
علیہ الرحمۃ)

یعنی حدیث لا وحی بعد موتی تو باطل ہے البتہ لا نبی بعدی آیا ہے۔ اس کے معنے علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت لانے والا پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت منسوخ کرے۔

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے کے لحاظ سے آخری نبی بھی انہی معنی میں ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی پیدا نہیں ہوسکتا اور غیر تشریعی نبی کا پیدا ہونا حدیث نبوی لا نبی بعدی کی اس تشریح کے لحاظ سے ممکن ہے۔ اور آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں :-

"وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ ...

... ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۷ و ص۲۸)

پھر آپ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعوٰی کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے ... میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔"

— (بقیہ روزہ ص۴۲) —

لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک

(بخاری کتاب الصوم ص۲۵۵/۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ روزے دار کی منہ کی بو اللہ تعالے کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔

۳ .. اسی طرح فرمایا :-

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

(بخاری کتاب الصوم ص۲۶۹/۱)

یعنی جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیت سے رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے۔ اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں :

ضلع گجرات کے حلقہ کھاریاں کی مجالس کا اجتماع

مورخہ ۲؍۵؍۷۹ کو بعد نماز عصر مسجد احمدیہ کھاریاں میں حلقہ کی مجالس انصار اللہ کا اجتماع شروع ہو کر سات بجے ختم ہوا۔ اجلاس کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ عہد انصار اللہ کے بعد مکرم راجہ منور احمد صاحب مربی سلسلہ کھاریاں نے اپنی تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے انصار اللہ اور احمدیوں کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں خاکسار سید رفیق احمد صاحب نے اسلامی معاشرہ کو بہتر بنانے کے لئے اسلامی اخوت کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد مکرم بشیر احمد صاحب شاد نے الٰہی سلسلے اور ابتلاء کے عنوان پر بڑے مؤثر انداز میں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد آخری خطاب محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا تھا۔ آپ نے انصار کو ایک گھنٹے تک دو اہم امور کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا ان کو سرانجام دینے میں ہی انصار اور جماعت کی فلاح ہے۔ آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کے ذمہ دو کام ہیں۔ اوّل۔ عبادت۔ دوم۔ تبلیغ۔ عبادت کے سلسلہ میں فرمایا کہ مسجدوں کو آباد کریں۔ خود با جماعت نماز ادا کریں اور دعاؤں کی عادت ڈالیں۔ اپنی اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ ان کے لئے دعائیں بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک لائق اور عبادت گزار بندے بنائے۔ آپ نے فرمایا جہاں آپکو اپنے اعمال کا خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑیگا وہاں اولاد کے بارے میں بھی پوچھا جائیگا جس طرح کہ بھیڑوں کا مالک گڈریے سے اپنی بھیڑوں کے متعلق دریافت کیا کرتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ مالک ہے وہ آپ سے قیامت کے دن آپکی اولاد کے متعلق بھی پوچھے گا۔ اس لئے آپ اس دن کے لئے مکمل تیاری کریں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ خدا کے بندے بنو۔ کیونکہ جو خدا کا بندہ بن جاتا ہے خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔ آپ نے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ سے یہی دعا بلند ہوئی تھی کہ اے خدا تو ان بندوں کو بچا لے جو تیری عبادت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مساجد کو آباد کریں۔ مساجد کی آبادی میں ہی انصار کی زندگی ہے۔ آپ نے فرمایا سخت زمانہ پھر آنے والا ہے اس لئے دعاؤں پہ زور دیں۔ ساری جماعت کا فرض

ہے کہ وہ دعا کی عادت ڈالے ۔ کیونکہ اس سخت زمانے میں وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو دعائیں کر کے خدا تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا کریں گے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ؎

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

نیز فرمایا ۔

آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے ۔

تبلیغ ۔ آپ نے فرمایا کہ دوسرا کام جو انصار اللہ کے فرائض میں سے ہے وہ تبلیغ کا کام ہے ۔ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ تبلیغ مبلغ یا خلیفہ کا ہی فرض ہے ۔ وہی یہ کام کرتا رہے ۔ یہ خیال احمقانہ ہے ۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح نہ ہو کہ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا کہ جا تو اور تیرا خدا دونوں لڑتے پھرو ۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں ۔ بلکہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ کے سچے غلام بنو ۔ اور قرونِ اولیٰ کے مومنوں کی طرح کام کرو ۔ اور تبلیغ کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے سرانجام دو ۔ تمام دنیا کے لوگوں تک ہمارا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں اور سب کو اس کی توحید کے جھنڈے تلے جمع کر دیں ۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۵۱ء میں فرمایا تھا کہ ہر احمدی سال میں ایک احمدی بنائے ۔ پس آج بھی وہ فرمانِ مصلح موعودؓ ہمارے سامنے رہنا چاہیئے ۔ اور ہر انصار عہد کرے کہ وہ سال میں ایک احمدی ضرور بنائے گا ۔ نیز دعا بھی کرتا رہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عہد کو پورا کرنے کے سامان پیدا فرما دے گا ۔ کیونکہ تبلیغ کوشش سے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے ۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ انصار اپنے اعمال کا جائزہ لیں ۔ اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں ۔ بنی نوع سے ہمدردی سے پیش آئیں ۔ ہمارا کام لوگوں سے پیار کرنا ہے ۔ خواہ وہ ہمیں کتنی ہی تکلیف دینے کی کوشش کرتے رہیں ۔

آپ نے فرمایا شجرہ طیبہ کی طرح بنو جس کا سایہ ہوتا ہے ۔ اپنی اور اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں ۔ خود بھی اور اولاد کو بھی دل لگا کر عبادت کی عادت ڈالیں ۔ قرآن کریم پڑھیں اور ترجمہ سیکھیں اور سکھائیں ۔ آخر میں آپ نے دعا کرائی ۔

اس اجتماع میں مندرجہ ذیل مجالس کے ۶۰ انصار نے شرکت فرمائی ۔

چک سکندر ۔ اسمٰعیلہ ۔ ڈھو ۔ ڈنگہ ۔ بھیرہ
تھال ۔ سرائے عالمگیر ۔ گجرات ۔ کھوکھر غربی ۔
شیخ پور ۔ شادی وال ۔

خاکسار
سید عبد الرفیق ناظم انصار اللہ
حلقہ چک کھاریاں ضلع گجرات

—o—

مجلس انصار اللہ جزائر فجی کا قیام

مجلس انصار اللہ فجی کا پہلا اجلاس ۲۴ ستمبر ۱۹۷۷ء کو مسجد فضل عمر سوا میں جماعت کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر فجی میں باقاعدہ مجلس انصار اللہ قائم کی گئی۔ کثرت رائے سے مندرجہ ذیل عہدے دار چنے گئے۔

۱۔ زعیم اعلیٰ انصار اللہ سوا	ایم ایس دین صاحب
۲۔ " " " لتوکا	حاجی حنیف صاحب
۳۔ " " " نانڈی	مولوی شریف احمد صاحب
۴۔ " " " مارو	مولوی بشیر احمد صاحب
۵۔ " " " طباسا	ممتاز علی مقبول صاحب
۶۔ ناظم سیکرٹری مال	حاجی محمد حنیف صاحب
۷۔ " " تعلیم و تربیت	عزیز حسین صاحب
۸۔ " تبلیغ	مولوی محمد قاسم صاحب
۹۔ " عمومی و ناظم تجنید	ماسٹر محمد حسین صاحب
۱۰۔ " صحت جسمانی	منظور الٰہی خان صاحب

اگلے روز پھر ایک اجلاس ہوا۔ جس میں امیر صاحب نے انصار کو علاوہ اور امور کے تربیت اولاد اور تعلیم القرآن کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

مجلس انصار اللہ فجی کا تیسرا اجلاس مسجد محمود مارو میں ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کو منعقد ہوا۔ جس میں محترم امیر جناب مولوی دین صاحب شاہد نے مجلس کے قیام کی غرض اور کام کا طریق کار بتایا۔ آپ نے بتایا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ دنیا کی جملہ مجالس کے صدر ہوتے ہیں۔ اور حسب قواعد بیرونی ممالک میں مشنری انچارج ہی نائب صدر ہوتا ہے۔

محترم امیر صاحب نے بتایا کہ انصار کی سب سے اہم ذمہ واری یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کی اچھی تربیت کریں۔ اور اپنا اعلےٰ نمونہ دکھائیں اور نئی نسل کی راہ نمائی کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ جماعت کے افراد کی تربیت صحیح اور اسلامی خطوط پر ہو۔ اور وہ جماعتی ذمہ داریوں کو نبھانے والے ہوں۔ تاکہ جماعت ہر لحاظ سے ترقی کی طرف گامزن ہو۔

محمد حسین سیکرٹری انصار اللہ فجی

مجلس انصار اللہ کے سہ ماہی دوم کے امتحان

سے متعلق ضروری گزارش

سالِ رواں کی سہ ماہی دوم کے امتحان کے لئے قرآن کریم کا جو حصہ بطور نصاب مقرر کیا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ امتحانی پرچہ اس میں سے بننے کی بجائے دوسرے حصہ میں سے جس کا امتحان سابق میں لیا جا چکا ہے بن گیا ہے۔ اس غلطی کے لئے قیادت تعلیم معذرت خواہ ہے۔ تاہم موجودہ پرچہ چونکہ ایسے حصہ میں سے لیا گیا ہے جس کی تیاری اراکین پہلے کر چکے ہیں، اس لئے مندرجہ آیات کا ترجمہ اراکین کے لئے مشکل نہیں ہونا چاہیئے۔ بہرحال جوابی پرچہ جات دیکھتے وقت اس خامی کا لحاظ رکھا جائے گا۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

رسالہ انصار اللہ توسیع اشاعت

کیلئے

آپ کے تعاون کا محتاج ہے

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی قرار داد تعزیت

ہم جملہ اراکین مجلس انصار اللہ مرکزیہ کارکنان اپنے رفیق کار محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب قائد عمومی مجلس مرکزیہ کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر محترم ملک صاحب ان کی اولاد اور ان کے جملہ لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مرحومہ نہایت مخلص عبادت گزار اور شعائر اسلام کی پابند خاتون تھیں۔ قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا۔ ہمیشہ متعدد بچیوں کو خود قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور سلسلہ کے لئے مالی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں مرحومہ نے ایک وفا شعار شریک حیات کی حیثیت سے محترم ملک صاحب کے ساتھ ایک لمبی رفاقت کا زمانہ گزارا۔ اور خدمت سلسلہ میں ہمیشہ ان کی مددگار ثابت ہوئیں۔

چار ماہ قبل جب محترم ملک صاحب کے جواں سال فرزند وارنٹ آفیسر ملک منیر احمد (پاکستان ایر فورس) کی اچانک وفات ہوئی تو یہ صدمہ بڑھاپے کی عمر میں بہت گراں تھا۔ تاہم مرحومہ نے اس موقعہ پر نہایت وقار اور صبر کا نمونہ دکھایا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرماتے ہوئے ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور محترم ملک صاحب اور ان کے جملہ عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

۲۔ اس قرارداد کی نقول محترم ملک صاحب اور ان کی اولاد تک پہنچائی جائیں نیز روزنامہ الفضل اور مجلس کے ترجمان رسالہ ماہنامہ انصار اللہ میں بغرض اشاعت بھجی جائیں۔

(ہم ہیں جملہ اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ)

دستور اساسی انصار اللہ کا نیا قاعدہ ۲۰۱

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دستور اساسی کا مندرجہ ذیل نیا قاعدہ منظور فرمایا ہے۔

"پاکستان سے باہر ملک کا مشنری انچارج اس ملک میں مجلس انصار اللہ کا نائب صدر ہوگا۔"

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

ارکین انصار اللہ متوجہ ہوں

ارکین انصار اللہ کے لئے بنیادی نصاب دوبارہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ اس رسالہ کو مفید بنانے کے لئے صدر محترم نے چار علماء سلسلہ سے درخواست کی تھی کہ وہ ایڈیشن اول کا تنقیدی جائزہ لے کر اپنے مشوروں سے نوازیں۔ ان کے مشوروں کی روشنی میں متن میں تبدیلی کر دی گئی ہے امید ہے کہ نقش ثانی نقش اول سے بہتر ثابت ہوگا۔ اس سال کے امتحانات کے لئے جو نصاب مقرر کیا گیا ہے اس میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔ تمام ارکین سے گزارش ہے کہ وہ خود اس کا مطالعہ کریں نیز اپنے گھروں میں عورتوں بچیوں اور بچوں کو بار بار اس کے مطالعہ کی تلقین کریں تاکہ اس کے مضامین ان کے ذہن نشین ہو سکیں۔ یہ رسالہ دفتر انصار اللہ مرکزیہ سے تین روپیہ فی نسخہ کے حساب سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

(قائد تعلیم انصار اللہ مرکزیہ)

امتحان سہ ماہی دوم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

سال رواں کی سہ ماہی دوم کا امتحان انشاء اللہ تعالے ۲۹ جون / احسان کو منعقد ہوگا۔ نصاب درج ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ پارہ ۱۹ ربع چہارم
۲۔ کتاب کشف الغطاء
۳۔ نصاب بنیادی معلومات ص ۲۵ تا ص ۸ طبع دوم کے صفحات ص ۱۲۴ تا ص ۱۳۵

کتاب کشف الغطاء کی قیمت اڑھائی روپے ہے۔ الشرکۃ الاسلامیہ سے براہ راست طلب کریں۔ بنیادی معلومات کا رسالہ دوبارہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ اس کی قیمت ۳ روپے ہے۔ جن مجالس یا اراکین کو ضرورت ہو وہ دفتر انصار اللہ مرکزیہ سے رابطہ قائم کریں۔

(قائد تعلیم انصار اللہ)

تقرر ناظم اعلیٰ و ناظمین انصار اللہ اضلاع

مجالس انصار اللہ کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ

محترم صدر صاحب انصار اللہ مرکزیہ نے مندرجہ ذیل احباب کو انصار اللہ کے عہدیداران ۳۱ دسمبر فتح ۱۳۵۸ ہش / ۱۹۷۹ء تک نامزد فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے آمین

۱۔ ناظم اعلیٰ صوبہ سرحد ... مکرم پروفیسر ناصر احمد صاحب مکان نمبر ۱۱ ٹیپو سلطان روڈ پشاور

۲۔ ناظم ضلع دادو ... مکرم شیخ مختار احمد صاحب

۳۔ " " سانگھڑ ... مکرم صوبیدار ملک نور محمد صاحب

۴۔ " " تھرپارکر ... " مولوی محمد عبداللہ صاحب

۵۔ " " رحیم یار خان ... " ملک بشیر احمد صاحب صراف

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

نئے قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ

بعض نجی مجبوریوں کی وجہ سے مکرم غلام احمد صاحب عطا جو کہ قیادت کا کام جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ لہذا ان کی جگہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کو ۳۱ دسمبر / فتح ۱۳۵۸ ہش / ۱۹۷۹ء تک کے لئے قائد ایثار مجلس انصار اللہ مرکزیہ مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے آمین

(قائد عمومی انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

بائیسواں مرکزی سالانہ اجتماع انصار اللہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی منظوری سے تمام مجالس کی اطلاع کے لئے اعلان ہے

کہ انصار اللہ کا بائیسواں مرکزی سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز

مورخہ ۲۶-۲۷-۲۸ اخاء/ اکتوبر ۱۳۵۸ ہش ۱۹۷۹ء بروز

جمعہ ہفتہ اور اتوار ربوہ میں منعقد ہوگا۔

تمام انصار سے درخواست ہے کہ وہ اس اجتماع میں شمولیت

کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

لائی ۱۹۶۹ء

شرائطِ بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

تحریر فرمودہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اول بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اِس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت اُن کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنالے گا۔

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم یہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلاء میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہرحالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر یک ذلّت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اُس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم یہ کہ اتّباعِ رسم اور متابعتِ ہوا وہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

ہفتم یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزّت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض للہ باقرارِ طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اِس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلّقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو +

(اشتہار تکمیلِ تبلیغ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۸۳
ماہنامہ انصار اللہ ربوہ جون - جولائی ۱۹۷۱ء
صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا